باسمہ تعالیٰ۔ رب زدنی علما

قرآنی عملی الاہیات کیا ہے؟

عملی الاہیات (Applied Divinity) اللہ تعالیٰ پر ایمان کی عملی طریقوں سے واقف کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان جس طرح اقرار لسان کے ساتھ مطلوب ہے اسطرح یہ بھی مطلوب ہے کہ تصدیق قلب یعنی دل کی تمام گہرائیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو مقصد حیات تسلیم کیا جائے۔ انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے، اس خلافتی کردار کی ادائیگی کیلئے اللہ تعالیٰ نے وحی کی تعلیمات کی رہنمائی عطا کی ہے۔ اس کی روشنی میں اطاعت خداوندی کے عملی طریقوں کا شعور عملی الاہیات کا موضوع ہے۔ الاہیات کا عقیدہ (Faith) انسان کو اللہ تعالیٰ کے شکر، تقدیس اور عبادت کے اصولوں (Principles)، تصورات (Concepts) اور علامات (Symbols) سے واقف کرتا ہے جبکہ عملی الاہیات انسان کو اللہ تعالیٰ کے شکر، تقدیس اور عبادت سے وابستگی (Devotion) کو مستحکم کرتی ہے۔ انسان کی شخصیت کو مراتب کی ارتقاء کے مشاہدات (Observations) کا ادراک عطا کرتی ہے اور ان دونوں کے اصلاح و فساد کے نتائج (Results) سے آشنا کرتی ہے۔ اسی طرح عملی الاہیات اللہ تعالیٰ کے غیر متبدل قوانین کی بنیاد، سبب اور محرک کا تعین کرتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے ان غیر متبدل قوانین کی تفصیل موجود ہے۔ جس کی واقفیت سے انسان پر ایمان کے عملی طریقے واضح ہوجاتے ہیں۔ ان طریقوں سے واقفیت کے نتیجے میں انسان کو اپنے اعمال کے ذریعے ایک طرف اللہ تعالیٰ سے اپنے شکر، تقدیس اور عبادت کے لوازمات کا شعور پختہ ہوتا ہے اور دوسری طرف اس سے انسانی سماج کی فلاح و ترقی کی بنیادیں مستحکم ہوتی ہیں۔

باالفاظ دیگر عملی الاہیات دراصل ایمان کا عملی اظہار ہے جس سے انسان کو اپنے خالق کے بتائے ہوئے تخلیقی مقاصد اور ذمہ داریوں سے عملی طور پر عہدہ برآ ہونے کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔ اس طرح انسانی معاشرے کی فلاح و ترقی میں مدد لی جاسکتی ہے۔ عملی الاہیات کی تفصیل سمجھنے کیلئے ہمیں اللہ تعالیٰ کا وہ تعارف سمجھنا ہوگا جو وحی کے ذریعہ انہوں نے خود سمجھایا ہے۔

قرآن نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف اس طرح بتایا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ ۱۱-)

"اس کے مثل کوئی شے نہیں، کسی چیز سے بھی تم اسے مشابہ نہیں ٹھرا سکتے۔"

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (الانعام- ۱۰۳)

"انسان کی نگاہیں اسے نہیں پا سکتیں، لیکن وہ انسانوں کی نگاہوں کو دیکھ رہا ہے۔"

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ﴿١﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ ﴿٤﴾ (سورہ اخلاص)

"اللہ کی ذات یگانہ ہے، بے نیاز ہے، اسے کسی کا احتیاج نہیں، نہ تو اس سے کوئی پیدا ہوا، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی ہستی اس کے درجے اور برابری کی ہوئی۔"

اللہ تعالیٰ کی صفات کا تعارف قرآن نے اس طرح کرایا ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ (الاسرائ- ١١٠)

"اے پیغمبر ان سے کہہ دو تم خدا کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو، جس صفت سے بھی پکارو اس کی ساری صفتیں حسن و خوبی کی صفتیں ہیں۔"

قرآن میں اللہ تعالیٰ کی تین بنیادی صفات کا تذکرہ موجود ہے:

صفت ربوبیت: یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی خالقیت نے کائنات ہستی اور اس کی ہر چیز پیدا کی ہے، اسی طرح اس کی ربوبیت نے ہر مخلوق کی پرورش کا سامان بھی مہیا کر دیا ہے۔

وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود-٦)

"اور اس زمین میں کوئی چلنے والا جاندار ایسا نہیں ہے، جس کی روزی کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر نہ ہو۔"

صفت رحمت: کائنات ہستی میں جو کچھ بھی خوبی اور کمال ہے وہ اُس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ رحمت الٰہی کا ظہور ہے۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ ﴿٦﴾ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (السجدہ٦-)

"یہ اللہ ہے محسوسات اور غیر محسوسات کا جاننے والا، طاقت والا، رحمت والا، جس نے جو چیز بنائی، حسن و خوبی کے ساتھ بنائی۔"

صفت عدل: اس کارخانہ ہستی میں بناؤ سلجھاؤ، خوبی اور جمال میں سے جو کچھ بھی ہے وہ عدل و توازن کا ظہور ہے۔ فطرت، کائنات، ربوبیت و رحمت کے ساتھ مواخذہ و مکافات بھی رکھتی ہے تاکہ نقصان و فساد کا ازالہ ہو۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (الفاتحہ-٣) "جو مالک ہے حساب کتاب کے دن کا" میں بھی عدالت الٰہی کا اعلان ہے۔

قرآن مجید میں ایمان باللہ یا توحید کے تین پہلو بیان کئے گئے ہیں:

ا۔ **توحید فی الربوبیت:** قل اعوذ برب الناس: یعنی انسانوں کے اکیلے پروردگار کے قوانین پروردگاری اپنانے سے انسان پروردگار کی دائرہ حفاظت میں آجاتا ہے۔

۲۔ **توحید فی الصفات :** ملک الناس : یعنی انسانوں کے اکیلے حاکم و مالک تصرفات کے احکامات و ضوابط اختیار کرنے سے انسان احکم الحاکمین کے دائرہ حفاظت میں آ جاتا ہے۔

۳۔ **توحید فی العبادت :** الٰہ الناس : یعنی انسانوں کے اکیلے خالق معبود کو عبادات و نیازمندی کے تمام حقوق حوالہ کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی دائرہ حفاظت میں آ جاتا ہے۔

یہ پیغمبر انسانیت کے ذریعہ سے ایمان والوں کو قرآن کی ہدایت کا حتمی و آخری پیغام ہے جو ایک لحاظ سے پورے قرآن کا خلاصہ ہے۔ قرآن کے دیگر قوانین کی طرح ان قوانین میں بھی کوئی رعایت نہیں۔

۱۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا راستہ چھوڑے گا وہ اس کی محبوبیت کی طرف بڑھ نہیں سکتا۔ اور مصائب و مشکلات اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

۲۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کے قوانین سے انحراف کرے گا تو نہ اس کی ذات و مراتب کی ارتقا ہو گی، اور نہ خارجی زندگی کی کشادگیاں اس کے حصے میں آ سکیں گی۔

۳۔ جو بھی انسان عبادت کے حقوق کو اس کے لئے خاص نہیں کرے گا تو وہ اپنا تخلیقی مقصد کھو بیٹھے گا اور دونوں جہانوں کی سعادتوں سے محرومی اس کا مقدر بن جائے گی۔

توحید فی الربوبیت کیا ہے؟

جب آدمی اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کا اقرار کرتا ہے تو وہ عقل کے پورے شعور اور دل کی تمام گہرائیوں کے ساتھ اکیلے پروردگار عالم کے قوانین پروردگاری کو اپنی زندگی میں اختیار کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ نے اپنے قوانین پروردگاری کا تعارف اس طرح کرایا ہے:

۱۔ اللہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اس کی پروردگاری سب کے لئے عام ہے۔

۲۔ زمین پر ایسا کوئی جاندار نہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رزق کا بندوبست نہ کیا ہو۔

۳۔ خالق کل شئ۔ رب کل شئ۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور ہر چیز کا پروردگار و مالک بھی وہی ہے۔

۴۔ رزق کے تمام ذرائع اسی کے عطا کردہ ہیں۔ یہاں تک کہ زمین میں نشو نما کی صلاحیت بھی اسی کے امر سے ہے۔

(امرنحن الزارعون) اور زمین کو پانی کی عطا بھی اسی کے بندوبست سے ہے۔ (امرنحن الشاربون)۔

قرآن کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے ان قوانین پروردگاری کو عملی طور پر اختیار کرنے کی صورتیں یہ ہیں کہ:

۱۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی پروردگاری عام ہے، اُسی طرح ایمان والوں کو اس کی نیابت کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے ربوبیت عامہ کے نظام کو انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی میں قائم کرنا ہے تاکہ تمام انسانوں کو رزق کے یکساں مواقع اور وسائل سے حاصلات ملے۔ اس طرح،

(الف) آدمی اپنی بنیادی ضرورتوں سے زیادہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا پابند ہے۔ قرآن مجید نے اسکا حکم زکواۃ، انفاق اور العفو سے دیا ہے۔

(ب) اپنی نگرانی میں شامل تمام افراد کی پرورش کی ذمہ داری احسن طریقہ سے سرانجام دے۔

(ج) ایسے مقاصد کے لئے ہونے والی اجتماعی کوششوں میں عملی طور پر شریک رہے۔

۲۔ جب ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے اور پرورش کرنے والا بھی وہی ہے، انسان نائب کے طور پر حاصل شدہ چیزوں کا صرف امین ہے۔ امانت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ چیزیں اصل مالک کی مرضی ومنشا سے صرف ہو سکتی ہیں۔ انسان کا اپنا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ انسان کو وہ امانتیں پنے حقداروں تک پہنچانی ہیں۔ اس جہان میں یہی اس کی آزمائش ہے۔

اگر انسان توحید فی الربوبیت کی ان تقاضاؤں اور لوازمات کو پورا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو اپنی جاگیر قرار دیکر اسراف میں صرف کرتا ہے یا اپنی عیاشیانہ آرام طلب زندگی میں تلف کرتا ہے یا اپنی اولاد کے بے کنار آرادم دہ مستقبل کی نذر کرتا ہے تو پھر وہ توحید کے قرآنی تصور کا منکر ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اللہ کے اپنے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں ہے۔

توحید فی الصفات کیا ہے؟

قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے :

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی جامع کمالات ہے اور تمام کائنات پر اسی کی حاکمیت ہے۔ وہ اپنے اقتدار و اختیار کو اپنے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ وہ قوانین ٹھوس اور غیر متبدل ہیں۔ کائنات کی گوناگونی میں سیاروں اور کہکشاؤں کے نظام سے لیکر ہمارے شمسی نظام تک تمام سیارے اور کرہ اللہ تعالیٰ کے مقرر اوقات اور قوانین کی پابندی کر رہے ہیں اور ان میں کسی کو بھی تبدیلی کا اختیار نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کروڑوں سال گزرنے کے باوجود کائنات کے نظام میں کوئی بھی ابتری یا فساد رونما نہیں ہوا۔

ان کائناتی قوانین کی طرح انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو فساد و تباہی سے بچانے کیلئے خالق کی طرف قوانین مقرر ہیں جن پر عمل کرنے سے انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بھی وہی کامرانی واستحکام حاصل ہو سکتا ہے، اور انسان احکم الحاکمین کے دائرہ حفاظت میں آ سکتا ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین اس کی

صفات میں جلوہ گر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان بیشمار تمام صفات کا جامع اس کی ربوبیت، رحمت اور عدالت کی تین مرکزی صفات ہیں۔ انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کیلئے ضوابط کا بنیاد یہ صفات ہیں۔

۲۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ اس حیثیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا خوگر بننے کا پابند ہے۔ انسانذات کی اپنی بنیادی صفات ایک محدود اور سمٹی ہوئی شکل میں خود ذات خداوندی کا عکس ہیں۔ اس لئے انسانی صفات کی نشو نما تب ہو سکتی ہے اور وہ کمالیت تب حاصل کر سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنا معیار بنائے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا تابعدار بننے کیلئے سماج میں جہاں اپنی انفرادی کوششوں کی ضرورت ہے، وہاں اس سے زیادہ اجتماعی کوششوں میں شریک ہونے سے ان مقاصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ خلق خدا سے ہمدردی اور خیر خواہی، بیکسوں سے مہربانیاں، مساکین و محروموں کی بحالکاری اور اسی طرح بندگی کی دیگر ذمیداریاں انفرادی طور پر ادائیگی سے زیادہ ظالمانہ نظام کی تبدیلی اور عدل وانصاف کے اجتماعی نظام قائم کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے معاشرہ سے ظلم وزیادتی کے نظام کے خاتمہ کی انقلابی کوششوں اور سماجی تبدیلی کی تحریکات میں عملی شرکت انسان کے خلافتی کردار کی ادائگی کے لازمی تقاضے ہیں۔ اس کے بغیر توحید کا کوئی بھی دھندلا اور رواجی تصور اسلام کا تصور نہیں۔ ان تقاضوں کے بغیر اگر کوئی توحید پر عمل کی دعویٰ کرتا ہے وہ سخت غلط فہمی کا شکار ہے۔

مختصر الفاظ میں توحید فی الصفات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اس کائنات کا خالق ہے اسطرح اس کا چلانے والا احکم الحاکمین ہے اور اس نے اپنی تمام مخلوق کیلئے ضوابط مقرر کئے ہیں۔ انسان کو اشرف المخلوقات کی حیثیت میں اپنا نائب بنا کر اپنی صفات کے اتباع سے ان کو اپنی ذات کی ترقی کا راستہ بتایا ہے۔ اس لئے توحید فی الصفات کا تقاضا ہے کہ :

۱۔ انسان اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے ضوابط کا اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام مسائل میں پابند رہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنے اوپر غالب کرے۔ اور ان صفات کی برکت واثرات سے خدا کی مخلوق کیلئے خود کو کارگر ثابت کرے، تاکہ اسطرح قرب خداوندی کا مستحق بن سکے۔

۳۔ نظام خداوندی کے قیام کی عملی اجتماعی کوششوں میں باقاعدہ شریک کار بنائے۔

توحید فی العبادت

اللہ تعالیٰ نے توحید کے اعتقاد کیلئے کلمہ طیب کے الفاظ بتائے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اس کلمہ کے دو حصے ہیں۔ ایک سلبی، یعنی سب سے پہلے باطل کا انکار۔ اس بات کا یقین اور اس حقیقت کا اعتراف کہ دنیا میں کوئی ہستی نہیں جو عبادت و اطاعت کے لائق ہو، جس کو آقا تسلیم کیا جائے اور جسے حاجت روا مانا جائے۔ کلمہ طیبہ میں سکھایا گیا انکار اس کافرانہ نظام اور سماج سے بھی ہے جو خدا کی مخلوق کو اپنی جبری غلامی میں لاتا ہے۔ اس خوف کا بھی انکار ہے جو افراد اور اقوام پر مسلط کیا جاتا

ہے۔ الحاصل یہ انکار تمام باطل اور سرکشی سے مسلط، فرعونوں اور طاقتور سرکشوں، آمروں، قارونوں اور آذری مذہبی پیشہ وروں سے بغاوت کی نوید ہے۔ جب اس طرح زمین صاف ہو جائے تو اس پر نئی عمارت کی تعمیر آسان ہو جاتی ہے۔

کلمہ طیب کا دوسرا پہلو ایجابی ہے۔ یعنی تمام قوتوں کے انکار کے بعد اس بات کا اقرار کہ اللہ ایک ہی قوت ایسی ہے جس کی اطاعت ضروری ہے اور سی کے لئے ہی بندگی کے تمام حقوق ہیں۔ جو اس کائنات کے خالق ہیں اور اپنی تخلیق کی تمام ضروریات اور نفع نقصان کا علم رکھتا ہے۔ جو ان ضرورتوں کے مطابق قوانین بناتا ہے۔ جو اشرف المخلوقات کی عزت کا محافظ ہے اور پیغمبر و کتب کے ذریعہ انسان کی عزت نفس کو پائمالیوں سے نکالنا اس کی منشا و مشیت ہے۔ جس کا فیصلہ اور حکم حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اپنی سلطنت کے ذرہ ذرہ پر اپنے احکام کی بجاآوری چاہتا ہے اور اس کے احکام پر چلنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ اس کے اختیار کو کوئی چیلینج نہیں کر سکتا اور وہ اپنے اقتدار میں یکتا ہے۔ سب اس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں اور وہ کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔ الہ کی یہ تمام معنائیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہیں۔ کوئی فرشتہ، جن یا دوسری مخلوق ان صفات کی مالک نہیں۔ اسلئے بندگی کے تمام حقوق، تمام محتاجیاں، تمام نیاز مندیاں، تمام عبادتیں، تمام تقاضے اور تمام وابستگیاں اسی ذات کے لائق ہی ہیں۔ رضا بھی اسی ذات کی چاہئے اور بھروسہ بھی اسی ذات پر ہو۔

پوری کائنات میں حکم اور حکومت بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اب کوئی شخص یا جماعت اللہ تعالیٰ کے اس اختیار میں دخیل ہو کر اپنے جبر و تسلط سے انسانوں یا اقوام کو غلام بنالے اور ان کے وسائل پر قابض ہو تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کے اختیار مالکی اور حکم کے حق میں شرک بن جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت ان غلام افراد اور غلام اقوام کی آزادی چاہتی ہے، تاکہ ان کو ایسا آزاد اور منصفانہ معاشرہ میسر ہو جہاں وہ کسی جبر و ظلم کے بغیر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر سکیں۔

یہی سبب تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ فرعون کے سامنے رکھا۔ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ۔ (الاعراف۔۱۰۵) فرعون نے کہا "میرے سوا کوئی رب اور حاکم نہیں"۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نکال کر آزادی کی نعمت سے سرفراز کرنے کا کام شروع کیا تاکہ وہ آزادانہ ماحول میں حقیقی خدا کے احکامات کی پابندی کر سکیں۔

تمام نبیوں کی تعلیم اور جدوجہد میں ان اقوام کے غاصبوں اور جابروں سے مزاحمت کی جدوجہد کا تذکرہ قرآن نے بار بار کیا ہے۔ خود پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے دور کے سرکش، طاقتور اور ظالم سرداران مکہ سے مسلسل جہاد کر کے ان کے جبر کا خاتمہ کیا۔ اس دور کی دو غاصب عالمی طاقتوں قیصر و کسریٰ کے خاتمہ کو اپنی نبوی مشن کے مقاصد شمار کیا۔ توحید کا بنیادی تصور بھی انسان کو تمام غلامیوں سے نجات دلانا ہے۔ انسان کی ذھنی غلامیوں، افرادی غلامیوں اور گروہی و قومی غلامیوں سے نجات دلا کر ایک اللہ تعالیٰ کی عبدیت اور امن و سلامتی کے نظام میں لے آنا توحید کا اصل مطمح نظر ہے۔ اس لئے توحید کے تصور سے انسانی آزادیوں کو خارج کیا جائے تو یہ تصور اپنی روح اور جامعیت دونوں کھو دے گا۔

مختصر الفاظ میں توحید فی العبادت کو انسان کا عملی طرح ماننا اسطرح ہے کہ :

ا۔ جس طرح خالق و رب ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسطرح ہماری تمام عبادات، تقدیس و شکر کی مستحق ذات بھی وہی ہے۔ اس طرح کوئی ایسا نہیں ہے، جس کو ذات باری تعالیٰ کی صفات میں شریک کیا جائے۔

۲۔ ہمارا جینا مرنا، ہماری نمازیں اور ہماری قربانیاں سب اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور ہمیں وحی کے ذریعہ جو تعلیمات دی گئی ہے ہم اسی کو ضابطہء زندگی مانیں۔

۳۔ جو افراد یا قوتیں طاقت یا جبر کے زور پر افراد، گروہ یا اقوام کو غلام بنا کر ان کی محنت اور وسائل سے ناجائز فوائد حاصل کریں تو ان سے مزاحمت کے پیغمبری طریقہ کی پیروی کریں اور جو افراد یا جماعتیں یہ کام سرانجام دے رہے ہوں ان کا بھرپور ساتھ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کے ضوابط کی باقی تفصیل اپنی نازل کردہ کتاب قرآن حکیم میں کھول کھول کر بیان کردی ہیں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی قرآن حکیم پر عمل کا مثالی نمونہ ہے۔ ان کی روشنی میں ہم اللہ تعالیٰ سے اپنا عملی تعلق، تعبد اور تخلق قائم کریں۔ یہی عملی الاہیات ہے۔